ڈاکٹر محمد اطہر مسعود

''مفرح القلوب''

(ٹیپو سلطان کی افواج کے لیے فارسی اور دکھنی زبانوں میں تالیف شدہ مجموعۂ غزلیات)

وارثِ جذبِ حسین، سلطان فتح علی ٹیپو شہید (۱۷۵۰۔۱۷۹۹ء) صاحبِ سیف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ ذوق بھی تھا۔ اس کے دورِ حکومت (۱۷۸۲ء-۱۷۹۹ء) پر لکھی گئی کتب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برصغیر کی آزادی کا داعی ہونے کے ساتھ ساتھ علمی سرگرمیوں میں بھی خصوصی دل چسپی رکھتا تھا۔ حکومتی امور اور جنگی مہمات میں مصروفیت کے باعث اسے مطالعے کے لیے کافی وقت نہیں مل پاتا تھا لہٰذا اکثر کھانے کے دوران ہی کوئی کتاب پڑھوا کر سنتا تھا۔ (ندوی، س ن: ۳۶۵) فنونِ حرب کے علاوہ اسے دیگر فنون سے بھی خاصا مس تھا۔ مفید کتب کی جمع آوری بھی سلطان کے مشاغل میں شامل تھی۔ اُس کی وفات (۱۷۹۹ء) کے بعد شاہی کتب خانہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تحویل میں آیا جسے بعد ازاں ۱۸۰۰ء میں تاسیس ہونے والے فورٹ ولیم کالج کو دے دیا گیا۔ اِس کتب خانے کی پہلی باقاعدہ فہرست چارلس سٹوارٹ نے ترتیب دی Descriptive Catalogue of the Oriental Library of Tipu Sultan کے عنوان سے ۱۸۰۹ء میں شایع ہوئی۔ محمد الیاس ندوی نے اپنی تالیف سیرتِ سلطان ٹیپو شہید میں بہ نقل از امجد علی شہری بائیس (۲۲) متنوع موضوعات پر ۱۰۵۴ کتب کا ذکر کیا ہے جو سلطان کے ذاتی کتب خانے میں موجود تھیں۔ (ندوی، س ن: ۸-۳۶۷)

چارلس سٹوارٹ مذکورۂ بالا فہرست کے مقدمہ میں شاہی کتب خانے کی کیفیت و کمیت کے بارے میں اظہارِ رائے کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ The Library consisted of nearly 2000 volumes of Arabic, Persian and Hindi manuscripts in all the various branches of Mohammadan literature.'' وہ مزید لکھتا ہے: Theology or Sufyism was his (Tipu Sultan's) Favourite study. But the Sultan was ambitious of being an author; and, although we have not discovered any complete work of his composition,

no less than forty-five books, on different subjects, were either composed, or translated from other languages under his immediate patronage or inspection.'' (میر ابراہیم، ۱۹۹۵: ۳-۴) دونوں منابع میں مذکور کتابوں کی تعداد سے قطع نظر اُن کے موضوعات پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع آوری کسی ایسے صاحبِ ذوق کی محنت کا نتیجہ ہے جو ہر قسم کے علومِ نافع سے گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ عربی، اردو، فارسی، دکھنی اور ترکی زبانوں میں لکھی گئی یہ کتابیں تفسیر و تجوید، حدیث، تصوف، طب، لسانیات، تاریخ و سوانح، فقہ، وظائف و اوراد، فلسفہ، نجوم، ریاضیات، قصص و حکایات، شعر و ادب، لغات اور علمِ کلام جیسے متنوع موضوعات سے متعلق ہیں۔ (محمود حسین ۱۹۷۱: ۱۰)

انھی کتب میں سے ایک ''مفرح القلوب'' بھی ہے جو الیاس ندوی کے بہ قول مذکورہ بالا ''دونوں ناموں کے ساتھ مشہور ہے۔ ۱۷۸۵ء میں سلطان نے اس کتاب کو خود اپنی نگرانی میں فنِ موسیقی پر حسن علی عزت نامی ایک بڑے عالم سے لکھوایا تھا۔ کتاب کے مضامین میں خود مصنف نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس کے مضامین خود ٹیپو نے انہیں املا کروائے تھے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر فارسی میں ہے لیکن متن کی تفصیلات دکھنی زبان میں ہیں۔ میسور کی موسیقی اور اس کی تاریخ سے متعلق اس میں شامل اکثر نظمیں دکھنی میں ہیں۔ البتہ کچھ فارسی میں بھی ہیں۔ پوری کتاب ایک مقدمہ، چھے (۶) ابواب و خاتمہ پر مشتمل ہے۔'' (ندوی، س ن: ۳۷۰)

فنونِ حرب کے علاوہ دیگر فنون سے سلطان کے شغف کا ذکر ہو چکا۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے زیرِ سرپرستی موسیقی پر لکھی جانے والی کتاب کے تعارف و تجزیے سے پہلے موسیقی سے اس کی دل چسپی پر کچھ بات کر لی جائے۔

معروف محقق حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰ء-۱۹۴۶ء) اپنے ایک مضمون بہ عنوان ''چند لمحے وکٹوریہ البرٹ میوزیم میں''، رقم طراز ہیں کہ:

> ''یہاں عجیب قسم کا ایک ساز ہے جو اپنی وضع میں اکیلا ہے۔ اس ارگن کی یہ شکل ہے کہ لکڑی کے ڈیڑھ گز لمبے اور پون گز چوڑے تختے پر ایک انگریز چت لیٹا ہے جس پر ایک شیر سوار ہے۔ شیر کی دونوں داڑھیں انگریز کی گردن میں گڑی ہوئی ہیں۔ اگلے پنجے سینے میں پیوست ہیں اور پچھلے زانوؤں میں۔ شیر کا جسم اندر سے خالی ہے۔ اس خالی مقام میں ایک کل رکھی ہوئی ہے۔ اس کل میں ہارمونیم کی طرح سے برابر قطار میں اٹھارہ پردے ہیں۔ پردوں پر تین تین انگل اونچی انگل انگل موٹی اٹھارہ نلیاں دوہری قطار میں ہیں جن پر تانبے کا دو انچ چوڑا تار پردوں کے متوازی لگایا گیا ہے۔ پردوں کے اختتام پر ایک دندانے دار چکر ہے جس کا تعلق ایک آہنی تار کے ذریعے باہر کے

دستے سے ہے۔ دستہ شیر کے بازو پر باہر کی طرف بنا ہوا ہے۔ دستے کو گردش دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر کا چکر حرکت میں آتا ہے اور اس کا اثر نلیوں اور پردوں پر پہنچتا ہے۔ شیر کی دم پر دو مروڑیاں ہیں جن کے مروڑنے سے اندر کا تار گھٹتا بڑھتا ہے۔ شیر کا جسم تختیوں کے ذریعے ڈھکا ہوا ہے۔ تختیاں اس قسم کی ہیں کہ ان کو کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے۔ یہ ساز ٹیپو سلطان کی تفریح طبع کے لیے ایجاد کیا گیا تھا۔ عیار موجد نے یہ کمال دکھایا ہے کہ اپنی اختراع کے ساتھ سلطان کی ادا شناسی اور مزاج دانی کو بھی نباہ دیا ہے۔ یہ آلہ، ہم کہہ سکتے ہیں، کسی ہندوستانی دماغ کا نتیجہ تھا۔ اس کو یورپین مصنوعات سے کوئی مشابہت نہیں۔ پردوں کا ڈھنگ ممکن ہے کہ ہارمونیم کے پردوں سے اڑایا گیا ہو، اگر یہ ممکن ہے کہ اس وقت ہارمونیم ہندوستان میں رواج پا گیا تھا۔ ہارمونیم کے پردے طویل مربع ہوتے ہیں لیکن یہ پردے بالکل مدور ہیں۔ پھر اٹھارہ پردوں کا ہونا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ سوال ہم ماہرین فن موسیقی کے لیے چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے ایرانی موسیقی کا دوازدہ پردہ اور شش آہنگ کا مجموعہ ہو''۔ (شیرانی، ۱۹۹۹: ۳۷۱)

مذکورہ عجوبہ فنونِ حربی اور فنونِ لطیفہ کا ایک عجیب امتزاج ہے۔ میجر (ریٹائرڈ) میر ابراہیم نے اس باجے کو سلطان کا پسندیدہ کھلونا قرار دیا ہے۔ (ابراہیم ۱۹۹۹: ۱۰۲) معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی سے جو تھوڑی بہت رغبت یا دلچسپی سلطان کو ہوگی وہ بھی انگریز دشمنی ہی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ نیز باجے میں سے کسی سریلی آواز کے بجائے شیر کی چنگھاڑ کا برآمد ہونا بھی ''شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر'' کی عملی تشریح معلوم ہوتا ہے۔ سلطان کی تقریباً تمام سوانح ببر شیروں سے اُس کی گہری دلچسپی کا پتہ دیتی ہیں۔ سلطان کی نجی زندگی میں ببر شیر کی حیثیت ایک پالتو جانور کی سی تھی۔ بعض روایات کے مطابق وہ اپنے محل کے اقامتی حصے میں اٹھارہ (۱۸) شیروں کے ساتھ رہتا تھا۔ ببری دھاریوں والے لباس زیب تن کرتا تھا۔ نیز جس خط کی ایجاد کا سہرا اُس کے سر باندھا جاتا ہے، اس کا نام بھی 'ببری خط' ہے۔ سلطان اپنے دستخط اسی خط میں کیا کرتا تھا۔ لہٰذا عجیب نہیں اگر اُس کی فرمائش پر ڈیزائن کیے گئے باجے میں سے شیر کی چنگھاڑ اور سلطان کے ازلی و ابدی دشمن فرنگی کی چیخ برآمد ہوا کرتی ہو۔

جملہ فنونِ لطیفہ میں سے لطیف ترین فن یعنی موسیقی سے اس نوعیت کی 'حربی دلچسپی' رکھنے والے سلطان کی زیرِ ہدایت لکھی جانے والی کتاب ''مفرح القلوب'' ابھی تک شایع نہیں ہوئی۔ تاہم اس کے متعدد خطی نسخے برِصغیر پاک و ہند اور انگلستان کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ برٹش لائبریری (لندن) میں نو (۹) نسخے، بلوم ہارٹ میں آٹھ (۸) نسخے (عقیل ۱۹۹۹: ۷۰)، جب کہ کتب خانہ انجمنِ ترقیِ اردو کراچی، اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جامعہ میسور اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ایک ایک نسخہ (محمود حسین

۱۹۷۱:۱۳-۱۲) موجود ہے۔اس کے علاوہ سلیمان کلیکشن (مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ) میں بھی ایک نسخے کا سراغ ملا ہے۔(نبی ہادی ۱۹۹۵:۲۶۴)

رشید ملک (۱۹۲۳ء-۲۰۰۷ء) ۲ نے از رہِ عنایت ''مفرح القلوب'' کے ایک خطی نسخے کی مائیکروفلم راقم کو عنایت کی جو اُنہوں نے تقریباً نصف صدی پیشتر اپنے قیامِ انگلستان کے دوران بنوائی تھی۔ مائیکروفلم سے پرنٹ نکلوا کر خطی نسخے کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ خطی نسخہ ایتھے کی فہرستِ مخطوطات (انڈیا آفس،لندن) میں شمارہ ۲۰۳۲ پر درج ہے۔(ایتھے ۱۹۰۳:۱۱۲۵) اگرچہ یہ نمبر مخطوطے کے کسی صفحے پر ثبت نہیں،تاہم سائز،صفحات اور سطور کی تعداد،خط کے تعارف اور مندرجات کے ذکر سے یہ بات ثابت ہے کہ نقل ہذا مخطوطہ نمبر ۲۰۳۲ ہی کی ہے۔

کُل باون (۵۲) اوراق پر مشتمل اس خطی نسخے کے صفحہ اول سے پہلے بیرونی جلد پر انگریزی زبان میں Odes Composed for Tipoo Sultan's Band کے الفاظ رقم ہیں۔ایتھے کے مطابق یہ نسخہ سر جے کن اوے (Sir J Kennaway) کی ملکیت رہا ہے۔(ایتھے ۱۹۰۳:۱۱۲۵) امکان غالب ہے کہ یہ تحریر موصوف کے ہاتھ کی ہی ہو۔۳

''مفرح القلوب'' ۱۷۸۵ء میں مکمل ہوئی۔سلطان ٹیپو کی ہدایت پر اس کے دس (۱۰) خصوصی نسخے تیار کروائے گئے جنھیں اُس نے اپنے فوجی پڑاؤ ہیم ساگر میں منگوالیا تھا۔ان دس نسخوں میں سے پانچ نسخے مکمل اور پانچ ملخص تھے۔(محمود حسین ۱۹۷۰:۱۳) سلطان ٹیپو کی شہادت (۴مئی ۱۷۹۹ء) کے بعد شاہی کتب خانے اور دیگر املاک کی جو لُٹس پڑی اس کا ذکر تاریخ و تذکرہ کی متعدد کتب میں آچکا ہے۔ایتھے کی مندرجۂ بالا فہرست پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود نو (۹) خطی نسخوں میں سے پانچ تو مکمل نسخے ہیں جب کہ چار ملخص ہیں۔فہرست نگار نے بے حد احتیاط سے ہر ایک نسخے کے کوائف تحریر کیے ہیں جنھیں پڑھ کر دل سی پارا ہونے کے ساتھ ساتھ یہ افسوس بھی ہوتا ہے کہ پانچواں ملخص نسخہ کدھر گیا۔

''مفرح القلوب'' کے مولف حسن علی عزت کے حالات زندگی کے بارے میں بڑی محدود معلومات میسر ہیں۔سال ہائے ولادت و وفات کہیں مذکور نہیں۔نبی ہادی نے اُس کا نام حسن علی عشرت لکھا ہے۔(نبی ہادی ۱۹۹۵:۲۶۴) جب کہ ولیم بیل صرف حسن علی لکھنے پر اکتفا کرتا ہے،تخلص کا ذکر نہیں کرتا۔(بیل،س ن:۱۵۵) بعض روایات کے مطابق اسے ٹیپو سلطان کی استادی کا شرف بھی حاصل تھا اور وہ دربار میں ملک الشعرا کے منصب پر فائز تھا۔''مفرح القلوب'' کے علاوہ حسن علی عزت کی مندرجہ ذیل تالیفات کا ذکر ملتا ہے:

(۱) **فتح نامۂ ٹیپو سلطان/ اضراب سلطانی**: اردو زبان میں لکھی گئی یہ رزمیہ مثنوی بھی ٹیپو سلطان کی فرمائش پر تالیف ہوئی اور ڈاکٹر معین الدین عقیل کی تصحیح و تدوین کے بعد لاہور سے شایع ہو چکی ہے۔ (عقیل: ۱۹۹۹ء) سالِ تالیف میں اختلاف ہے۔ (ندوی، س ن:۳۷۱، عقیل ۱۹۹۹:۴۵) تاہم بادی النظر میں ۱۷۸۷ء درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲) **قصۂ داد بخت**: الیاس ندوی نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ ''یہ فارسی میں منظوم حکایات تھیں جس کے مصنف ٹیپو کے استاد حسن علی عزت تھے۔'' (ندوی، س ن:۳۷۶) لیکن کوئی حوالہ یا مزید تفصیل نہیں دی۔ باقی ماٰخذ بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔

(۳) **ترجمہ قصۂ لعل و گوہر**: الیاس ندوی کے مطابق حسن علی عزت نے سلطان ٹیپو کے حکم پر ایک اردو کتاب قصۂ لعل و گوہر کا فارسی ترجمہ بھی کیا تھا۔ تاہم اِس کتاب کے موضوع کا ذکر نہیں کیا۔ (ندوی، س ن:۳۸۳)

(۴) **بھوگ بل یا کوک شاستر**: یہ کتاب سنسکرت زبان میں عورت کے موضوع پر شہوت انگیز انداز میں لکھے گئے ایک متن کا ہندی شعر میں ترجمہ ہے۔ ولیم بیل کے مطابق حسن علی عزت کے علاوہ اس کتاب کا فارسی نثر میں ترجمہ ضیاء الدین نخشی نے بھی کیا ہے۔ (بیل، س ن:۱۵۵) تاہم محمود بنگلوری کے بقول بھوگ بل کا مترجم شہاب الدین ہے۔ (بنگلوری، س ن:۵۲۹)

اس سے پہلے اکا دکا محققین ''مفرح القلوب'' کے حوالے سے دادِ تحقیق دے چکے ہیں۔[۴] ''مفرح القلوب'' کے تعارف و تجزیے پر مبنی ان کے مقالات مکمل متن والے خطی نسخوں کے مطالعے کا نتیجہ ہیں جن میں آغاز، اختتام، ترقیمہ، تاریخِ تالیف و کتابت وغیرہ باقاعدہ طور پر مذکور ہیں۔ جب کہ زیرِ نظر مقالے میں راقم کے ملاحظات اُس ملخص نسخے کے مطالعے پر مبنی ہیں جس کے حصول کا ذکر سطورِ بالا میں ہوا ہے۔

یہ خطی نسخہ کسی باقاعدہ آغاز، ابتدایئے یا حتیٰ کہ بسم اللہ کے روایتی الفاظ کے بغیر ہی براہِ راست ''شانزدہ ریختہ در نغمۂ ابیض معہ (کذا) غزل گوشوارہ برای ساز صدر ببری مرقوم گشت'' کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ کل چھے (۶) حصوں یا ابواب پر مشتمل اس کتاب کا ہر حصہ ایک 'نغمہ' سے شروع ہوتا ہے۔ چھے (۶) نغمات کے نام یہ ہیں: نغمۂ ابیض، نغمۂ اصفر، نغمۂ احمر، نغمۂ زبرجد، نغمۂ درد، نغمۂ عباسی۔ ہر نغمہ درحقیقت ایک فارسی غزل ہے۔ بقیہ پندرہ (۱۵) غزلیں دکھنی زبان میں ہیں جن کا آخری شعر بالعموم فارسی میں ہے۔

صرف فارسی غزلوں میں ہی موسیقی کی بعض اصطلاحات، ضرب، اصول، گانے کے لیے موزوں وقت اور فصل وغیرہ کا بیان ہوا ہے۔ دکھنی کلام موسیقی کے ذکر سے محروم ہے۔ ان غزلیات میں مدحِ شاہ اور

عشق ومحبت وغیرہ کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر محمود حسین کے بہ قول اصل کتاب میں ''مقدمے کے بعد چھے(۶) باب قائم کیے گئے ہیں اور ہر باب میں پہلے فارسی نثر میں ایک نغمے یعنی راگ کا بیان کیا گیا ہے۔ پھر اس کے قواعد فارسی نظم میں بیان کیے گئے ہیں جسے 'غزل گوشوارہ' کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سلامیہ رباعی دکھنی میں رقم کی گئی ہے اور دکھنی نظم میں اس نغمے کی کچھ اور توصیف کی گئی ہے۔ ہر نغمے کے پانچ اصول قرار دیے گئے ہیں اور پانچوں کا بیان دکھنی نظموں میں مرقوم ہے۔ آخر میں تیس دکھنی غزلیں اور دو فارسی غزلیں جو اس نغمے کے لیے موزوں ہیں، پیش کی گئی ہیں جو سب عزت کی کہی ہوئی ہیں۔'' (محمود حسین ۱۹۷۱:۲۲) لیکن راقم کی دسترس میں موجود نسخے میں ایسی کوئی تفصیلات موجود نہیں۔

متن میں نشان زد اشعار کی تعداد کافی زیادہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطی نسخہ مسٹر کین اوے یا کسی اور کے زیرِ مطالعہ رہا ہے۔ اکثر ایسے اشعار نشان زد کیے گئے ہیں جن میں مرہٹوں، نظام حیدرآباد اور فرنگی افواج وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان اشعار پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاعر سلطنتِ خداداد میسور کے دشمن یعنی مرہٹوں، نظام حیدرآباد اور فرنگیوں کی نکوہش اور ان پر طنز و تشنیع کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ ان تینوں کے لیے نفرت کا اظہار مدحِ شاہ کے بعد اُس کی اولین ترجیح ہے۔ شاعر کے جذبۂ حب الوطنی اور اس کے عصری شعور کا اندازہ بھی اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً

یہ نصارا فکر شب خوں جب کرے وقت سحر
دو دم دو آتشہ کے سیف سے مقسوم ہو
گرز فولادی سے شہ کے خاک میں مغز فرنگ
ہوگیا پامال عالم ہند سے تا ملک چین

یہ فوج شہ کوں دیکھیں جوں مرہٹے
کریں وحشت سے چوں آہوان (وہ) رم
ہیں لرزاں رات دن ہیبت سوں شہ کے
فرنگی اور نظام الملک باہم

مراتہ و نظام نحس اختر
یہ . . . سارا شوکت و فر
نصارا دیکھ شہ کی یہ فراست
لب دریا پو بھولے اپنی تدبیر

شجاعت کا بھی جب سوں سنیا (ہے) نام
ہے لرزاں بید سا دہشت سوں بہرام
چھوپے ہیں خاک کے پردے میں جاکر
تمھارے ڈر سوں زال و رستم و سام
فرنگی، مرہٹہ ہیبت سوں شہ کی
قبولی ، بس کہ ہو لاچار ، اسلام
نظام الملک کھو اپنی ریاست
لے نلّی اوسترہ ...... ہو حجام

نہایت عجز سوں خاقان و قیصر
تمھارے سوں ہیں جویاے توسل
فرنگی، مرہٹہ، ناظم دکن کا
لیے ہیں شہ کی دہشت سوں تکسل

نصارا پتہ کرسکیں کیا عجب
لیے آئنہ ایسے شیراں کہو
کہ مادھو و راکو دو سائیس ہیں
نظام الملک ان کا سگ باں کہو (کذا)

فوج کا قلعہ فرنگی کرے جنگ میں ایجاد
موج شمشیر تمیں اس کا ہلاوے بنیاد
سایۂ تیغ تمیں دیکھے اگر خواب کے بیچ
یہ نصارا کریں زخموں سے فغان و فریاد

سُٹ تیغ اور سپر کوں دہشت سے سب مرہٹے
گھوڑیوں کے ہو سئیساں ملتے ہیں لے کھرارے
آتش سوں تیغ کے یہ از بس جلے فرنگی
دِستے ہیں خواب میں بھی ان کو وہی شرارے [۶۰]

فنی لحاظ سے اشعار کا جائزہ لیں تو کافی اشعار بے وزن ہیں۔ کئی جگہ بحر کی پابندی نبھانے کے لیے الفاظ کا تلفظ دانستہ خراب کر دیا گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۴۴ (ب) پر موجود یہ مقطع:

رویت چو بدر کامل ابرو ہلال آسا
اعجاز حسن کردہ بدر و ہلال یکجا (کذا)

مصرع ثانی میں لفظ 'تو' کے بغیر یہ مصرع وزن میں ہے اگرچہ معنی کا ابلاغ مکمل اور خوب صورت انداز میں نہیں ہوتا۔ لیکن خطی نسخہ دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ لفظ 'تو' زبردستی گھسیڑا گیا ہے۔ ایسی غلطی کسی معمولی درجے کے شاعر سے بھی متوقع نہیں۔ ہاں 'اصلاحِ کاتب' اور بات ہے! بہرحال اس مجموعے میں سیکڑوں نہیں تو درجنوں ایسے اشعار ہیں جن کے وزن کی درستی یا دیگر اغلاط تھوڑی سی محنت یا شاعر کی طرف سے محض بازخوانی کے نتیجے میں درست ہو سکتی تھیں مگر یہ زحمت نہیں اٹھائی گئی، جس پر حسن علی عزت کے ''اپنے دور کے عالم و فاضل'' ہونے یا ٹیپو سلطان کا استاد اور ملک الشعرا ہونے پر شک ہونے لگتا ہے۔

اردو زبان کے ابتدائی ماہ و سال اور دکھنی لہجے کے باعث زبان و املا کے بھی کافی مسائل موجود ہیں۔ شاعری کا معیار چنداں بہتر نہیں۔ اگر یہ منظومات فوجی بینڈ وغیرہ کے لیے لکھی گئی ہیں تو ان میں عسکری عنصر کم اور پست درجے کا غزلیہ عنصر بہت نمایاں ہے۔ بعض مقامات پر سوقیانہ حد تک عامیانہ پن موجود ہے:

او گل رخ کے بدن کی بو سے دل عاشق کا ہو تازہ
کہ خود کھلتے ہیں غنچے سب جو رفتار صبا ہووے
پیا کے پان کھانے سے عجب دانتوں کا رنگ ہووے
ہے اس سے لعل اور یاقوت و در دانے کو کیا نسبت

''مفرح القلوب'' کے مکمل متن میں موسیقی کی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ سازوں کا ذکر بھی یقیناً آیا ہوگا جس کی نشان دہی فاضل محققین نے کی ہے۔ تاہم زیرِ نظر خطی نسخے میں صرف ایک ساز 'مجیرہ' کا ذکر آیا ہے۔ (ورق ۱۰۔الف) اسی طرح پہلے تین ریختوں کے عنوان میں ''برای ساز صدر بربری'' لکھا ہے جب کہ آخری تین کا عنوان صرف ''ساز صدر'' ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا تلخیصی ضروریات کے تابع کیا گیا ہے وگرنہ

میر محمود حسین نے اپنے مقالے (محمود حسین ۱۹۷۱، ۲۲:۲۲، ۲۵) میں جو کہ مکمل متن کے مطالعے پر مبنی ہے، متعدد سازوں اور ضربوں کے نام دیے ہیں۔

شاعر کی طرف سے ''مفرح القلوب'' میں شامل منظومات (فارسی اور دکھنی) مثلاً نغمۂ ابیض کو صبح کے وقت، نغمۂ اصفر کو بہ وقت چاشت، نغمۂ احمر کو دوپہر کے وقت، نغمۂ زبرجد کو بہ وقت عصر، نغمۂ ورد کو بہ وقت مغرب اور نغمۂ عباسی کو نصف شب گانے سے منسوب کرنا اُس کی اپنی ترجیح ہے۔ اسی طرح ان منظومات کے لیے موزوں رُتوں اور موسموں کا بیان بھی اُس کی اپنی صوابدید ہے وگرنہ اس سے پہلے یہ تصور راگوں سے وابستہ تھا جو آج بھی مروّج ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ موجودہ خطی نسخے میں شامل منظومات میں کہیں بھی میسور، سرنگا پٹم یا کسی اور علاقے کا نام نہیں آیا۔ حتیٰ کہ 'ٹیپو' یا 'فتح علی' کا لفظ بھی ناپید ہے۔ ممدوح کے لیے 'سلطان' یا 'شاہ' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ نیز متن سے کوئی اہم تاریخی، سوانحی، جغرافیائی یا جنگی اطلاع نہیں ملتی۔ موسیقی کی معلومات بھی خال خال ہی ہیں اور وہ بھی فقط ہر 'نغمہ' کی اوّلین فارسی غزل میں۔ اردو کلام اِن سے یکسر محروم ہے۔

ٹیپو سلطان کے عدل و انصاف، سخاوت، شجاعت اور حسنِ سیرت وصورت کا تذکرہ اردو منظومات کے غالب موضوعات ہیں۔ بعض مقامات پر شاعر نے مدحِ شاہ میں بے حد غلو کا مظاہرہ کیا ہے:

کیا عجب عزت کوں عالم سوں کریں گر بے نیاز
دیکھ بخشش کوں تمھاری ہیں خجل کان و سحاب

آب سیں تم تیغ کے سر سبز ہے گلزار دیں
زہر خنجر سے تمیں سیراب ہیں سب مشرکین
گرز فولادی سے شہ کے خاک میں مغز فرنگ
ہوگیا پامال عالم ہند سے تا ملک چین
سوسن و صد برگ ریحان سرو سے قامت کوں دیکھ
ہیں غزل خوان مثل قمری ہم سمن ہم یاسمین
کلک وقف چاک ہیں شہ کی سخا کے وصف میں
بند ہے تحریر عزت اے شہ تخت و نگین
تا رقم از خامہ وصف قامت محبوب ما
جز الف حرفی ندارد کاغذ مکتوب ما

شاہ ما ہرگز نیازارد دل اغیار را
گل سراسر آتش است اما نوازد خار را
مدح سلطاں سوں کیا کاغذ کوں رنگ نقش چین
سب جہاں میں شور ہے عزت ترے اشعار کا

طوطیاں عزت صفت اب شہ کی جا کر بزم میں
وصف عدل و داد سوں تم نغمہ پیرائی کرو

کہاں ہے تاب و طاقت مشرکاں میں
مقابل آ تمھارے ہوویں یک دم
تمھاری جیش و عسکر کے سواران
کریں یکسر صف شیراں کوں برہم
بہ زخم تیر و نیزہ گرز و خنجر
عدو کا حلق و سینہ دست و پا ہم
یہ فوج شہ کوں دیکھیں جوں مرہٹے
کریں وحشت سے چوں آہوان (وہ) رم
ہیں لرزاں رات دن ہیبت سوں شہ کے
فرنگی اور نظام الملک باہم
دل ہر یک ہے مسرور و فرح ناک
علی الرغم زمانہ سب ہیں بے غم

مراتہ و نظام نحس اختر
... یہ ساری شوکت و فر
مبادا نا جگر کوں چھید ڈالے
اماں منگتے ہیں گر اس کے قدم پر

اسی عنوان وہ مشرک وہ مرتد
کھتے ہیں الامان سن نام حیدر
تمہارے رخ سوں اے سلطان عالم
یہ محفل رشک جنت ہے سراسر
مبارک ہووے تم پر اے شہنشہ
یہ فر یہ سلطنت، یہ تخت و افسر
خدایا رکھ تو سلطان زماں کوں
ہمیشہ دشمناں اوپر مظفر
ز رشکت باد ای خورشید منظر
دل اعدا سپند آسا بر اخگر

تمھارا دیکھ کر یہ دست جواد
ہو دریا منفعل کرتے ہیں فریاد
یہ سروِ قد تمھارا دیکھ ہر دم
ہیں قرباں رات دن قمری و شمشاد
تمھارے لطف سوں اے شاہ عالم
ہے ہر یک خرّم و خورسند و دل شاد
عدالت سوں تمھاری اے شہنشہ
ہے عنقا اس جہاں میں نام بے داد
قوانین ریاست کئی طرح تم
کیے ذہن ذکا سوں اپنے ایجاد
ہے سرّ علم تم پر کشف یکسر
نہیں حاجت تمھیں تعلیم استاد
کہ در وصف تو سر تا پا زبانم
جرس آسا ز ہر مو در فغانم

عدالت سوں تمہاری اے شہنشہ
ہیں گرگ و میش یک جا،گل ہیں بے خار
مبارک فرق پر شہ کے فلک بھی
تصدق اختراں کرتا ہے ہر بار

سحاب جود سلطان سر افراز
جہاں میں جس کی بخشش کا ہے آواز
سخن ہر یک ہے شہ کا درّ شہوار
کرے تقریر کوں جس وقت آغاز
کیے ایجاد تم عقل رسا کوں
قوانین ریاست کا یہ سب راز
ہوا ہے کشف ساری خلق اوپر
فراست نہیں ہے یہ بلکہ ہے اعجاز
کہ شاہ ہند و خاقاں اور قیصر
تمھارے نام کا کرتے ہیں اعزاز
ہیں رقص گل رخاں زہرہ کے مانند
بجا کر صدر و گھونگھرو اور کئی ساز
یہ محفل میں طرب کے چو طرف سب
کھڑے ہیں ماہ رُو با غمزہ و ناز
بہ ملک دل بری سلطان خوباں
بہ باغ حسن چون سرو خراماں
شجاعت کا بھی جب سوں سنیا نام
ہے لرزاں بید سا دہشت سوں بہرام
چھوپے ہیں خاک کے پردے میں جا کر
تمھارے ڈر سوں زال و رستم و سام

یہ سلطاں مظہر انوار حق ہے
نہیں ہے حکم اس کا غیر اسلام
الٰہی رکھ ہمیشہ شہ کو خورسند
ہے حاسد مبتلاے درد و آلام

مزین باد از تو تخت و افسر
بہ فرمانت جہاں بادا سراسر
نہایت عجز سوں خاقان و قیصر
تمھارے سوں ہیں جویاے توسل
فرنگی، مرہٹہ، ناظم دکن کا
لیے ہیں شہ کی دہشت سوں تکسل
مہمات دو عالم بیچ ہر آن
ہے سلطاں کوں خدا اوپر توکل

تمھاری یہ صولت سوں سالار روم
خجالت سوں گلتا ہے جوں شمع موم
کہ فغفور و خاقان و شاہ عجم
یہ فرماں روایان ہرمرز و بوم
ہو سر سبز جنت سا ہر بوم و بر
جہاں تم رکھیں یہ مبارک قدوم
تمھاری یہ شمشیر خوں ریز سوں
کہ جوں بید لرزاں ہیں اعداے شوم
مطیع اور باغی کے حق میں تمھیں
ہے حکم نسیم اور باد سموم
چہ دولت کہ در ہند کار تو نیست
چہ مقصود کاں در کنار تو نیست

رخ شہ سوں طالع ہیں انوار حق
دل مہ ہوا دیکھ حیرت سوں شق
ثنا بیچ یہ شہ کے ہر ذی حیات
ہیں عزت کے اقوال سوں متفق

یہ رخ دیکھ ہے مہر انور خجل
تمیں زلف سوں مشک و عنبر خجل
تمھاری شجاعت و بخشش کوں سن
ہیں رستم و حاتم و قیصر خجل

نور جبین سلطاں خورشید سوں ہے افضل
پرتو سوں جس کے ہے گا ہر ذرہ ماہ اکمل
جو دوستی کوں شہ کے دیکھے جو خلق ساری
کہتے ہیں ان کے آگے حاتم تھا سخت ابخل
شہ کی فراست آگے سقراط اور بقراط
حکماں ہیں سب جہاں کے جوں طفلگان اجہل
مریخ جوں ہے کودک شہ کی فراست آگے
سام و نریمہ رستم نسناس سا ہیں مہمل

''مفرح القلوب'' کے اِس خطی نسخے کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سوال ذہن میں بار بار اٹھتا ہے کہ کیا میسوری افواج ان ضربوں پر مارچ کرتی تھیں؟ اگر شاعر نے صرف تال اور ضرب کی وضاحت کے لیے اتنے طویل منظومے باندھے ہیں تو آخران کی کوئی وجہ تو ہوگی۔ایک امکان یہ بھی ہے کی ان غزلوں کی حیثیت فوجی ترانوں کی ہو جنھیں مختلف مواقع پر یا روزانہ کی تربیتی مشقوں یعنی ڈرل وغیرہ میں قواعد کرتے ہوئے فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے گایا بجایا جاتا ہو۔چوں کہ اُس زمانے میں بادشاہ ہی ملک اور ریاست کا مالک اور تمام مالی اور انتظامی اختیارات کا منبع و مرکز ہوا کرتا تھا لہٰذا اُس کی تعریف لازمی تھی جسے ان منظومات کا مرکز بنایا گیا ہے۔

'' مفرح القلوب'' کے حوالے سے ایک اور اہم نکتے کا ذکر بھی ضروری ہے۔محمود بنگلوری (س

ن:۴۶۰) کے بہ قول ''تحفۃ المجاہدین'' نامی ایک کتاب بادشاہ نے لکھوائی جو فتح المجاہدین کے نام سے مشہور ہوئی۔ آٹھ ابواب اور ضمیمہ پر مشتمل اس کتاب کے مندرجات میں فوجی قواعد وضوابط، قلعہ کشائی، سامانِ حرب کی تیاری اور تنظیم فوج وغیرہ شامل ہیں۔ ضمیمہ میں وہ نسخہ جات درج ہیں جو مہمات کے دوران فوجیوں کو ابتدائی طبی امداد وغیرہ میں کام آسکتے ہیں۔ یہی مولف ص۴۶۲ پر لکھتے ہیں: ''اس کتاب سے وہ فوجی ترانے جو بیانڈ (کذا) اور بگل کے لیے وضع کیے گئے تھے، نقل کیے جاتے ہیں۔'' اور پہلے فارسی اور بعدازاں اردو ترانوں کے مطالع نقل کردیے ہیں۔ جب ان مطالع کو نسخہ ہذا کے متن سے مقابلہ کیا گیا تو عجیب بات یہ سامنے آئی کہ ان نغمات کے عناوین تو وہی ہیں جو ''مفرح القلوب'' کے ابواب کے ہیں مگر یہ مطالع واشعار زیرِ نظر نسخہ میں موجود نہیں۔ یہ امر بھی موجودہ نسخہ کے تلخیصی نسخہ ہونے پر دال ہے۔

ڈاکٹر محمود حسین نے بھی ''مفرح القلوب'' کے سالِ تالیف اور مندرجات کا تعارف کرواتے ہوے ''تحفۃ المجاہدین'' یا ''فتح المجاہدین'' کا بہ جا طور پر حوالہ دیا ہے تاہم اِس میں موجود ''فوجی ترانوں'' وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ (محمود حسین، ۱۹۷۱:۱۴۔۱۳)

مختلف 'نغموں' کی پہلی غزلوں میں، جو کہ فارسی زبان میں ہیں، موسیقی کی چند اصطلاحات برتی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ برِ صغیر کی موسیقی سے منسوب بعض اساطیری حوالوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ مثلاً نغمۂ عباسی کی غزل گوشوارہ میں شاعر اس نغمے کی خاصیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے گانے سے چلتا پانی رک جاتا ہے:

عباسی نغمہ را دان خاصیتش عجب تر
آب رواں شود سنگ حین غناش جانان

اسی طرح 'نغمۂ اصفر' کی غزل گوشوارہ میں جھولے کے خود بہ خود جھولنے کی طرف اشارہ ہے:

بدان خاصیت اصفر کہ در وقت غنای او
بجنبد مہد از خود غیر تحریک کسی دیگر

ہماری موسیقی میں یہ اسطور راگ ہنڈول سے منسوب ہے۔

''مفرح القلوب'' کی زبان کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں اس بات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ اس کتاب کا زمانۂ تالیف ۱۷۸۳ء تا ۱۷۸۵ء ہے اور یہ دکنی لہجے میں لکھی گئی ہے جو کئی لحاظ سے شمالی برِ صغیر سے مختلف ہے۔ اس دوران اردو زبان بھی اپنے تشکیلی دور سے گزر رہی تھی۔ نیز املا کے حوالے سے بھی ارتقائی مراحل جاری تھے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ حرف 'ٹ' کے لیے 'ت' کے اوپر مزید دو نقطے اضافہ کر کے املائی شکل اختیار کی گئی ہے۔ لیکن دل چسپ ترین بات لفظ 'ٹُٹ' کا بعینہٖ اُن معنوں میں استعمال ہے جن میں یہ آج بھی پنجابی زبان میں مستعمل ہے۔

آیندہ سطور میں ''مفرح القلوب'' کے ہر 'نغمہ' کی افتتاحی غزل کے طور پر موجود چھے (۶) فارسی

غزلیات کا متن پیش ہے۔ یہ غزلیات، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، فارسی زبان میں ہیں۔ خطی نسخے میں جہاں کہیں لفظ مٹے ہوئے ہیں یا پڑھنے میں دشواری تھی، اس جگہ نقطے (......) لگا دیے گئے ہیں:

(۱) نغمۂ ابیض کی غزل گوشوارہ

نغمۂ ابیض کہ وقتش سحر باشد مطربا
نشستہ است...... در رقص ......
ضرب...... آمد دل رُبا دانی ز من
زن دو ضرب متصل اول کہ باشد بس بہ جا
ضرب دو در آخر اُو زن بہ قدر فاصلہ
ہم شنو تفصیل از من تا بیابی مدعا
دانی ضربش فاصلہ در فاصلہ ای جان من
وقت رقص آید ترا در کار و ہنگامِ نوا
...... بود سلطانی و سرو سہی
ہم سروشی، سرو نازی، سبزواری، دل گشا
وقت صبح رنگ خور باشد بسی صاف و سفید
چون کند او نظر بر دریا و سنگ ای جان ما (کذا)
می شود حاصل ازان الماس و گوہر بی قیاس
ہم بلور و نقرہ را باشد از و رنگ و ضیاء
بشکفد ہر غنچہ کو را رنگ ابیض باشدش
ہم سمن ہم یاسمن دیگر گل از باد صبا
نغمۂ ابیض کہ تاثیرش چنان باشد بداں
خود بہ خود گردش نماید چرخ در حین غنا
از فصول سی (؟) اگر خواہی بدانی وقت آں
اول فصل زمستان است وقتش دل ربا
مطربا چون مہر دارد آں زماں نور سفید
زاں سبب ابیض نہادن نام او باشد روا

(۲) نغمۂ اصفر کی غزل گوشوارہ

چو خوانی نغمہ اصفر بہ وقت چاشت ای دلبر
بہ رقص است ضرب ادوائر نشستہ...... است دیگر
چہار است ضرب ادوائر بسازم با تو تفصیلش
سہ ضرب متصل پیہم بزن اول کہ ہست بہتر
بکن قدری توقف بعد ازان ضرب چہارم زن
ہمی سان چار ضرب آمد بہ جوش ای ...... انور
یکی ہر منفصل دیگر سہ ضرب متصل پی ہم
بہ آخر زن نہان رازی نمودم پیش تو اظہر
اصولش پنج باشد جان فزائش جشن شاہانی
بخوانی ...... ہست و بس خوش تر
چہارم جادو لحنی ہست گر خوانی تو ای مطرب
جنان دل گشایی روح افزا ہست و جان پرور
چو ہست اصفر بہ وقت چاشت...... خود ازان باشد
بود مایل بہ زردی ....
...... جملہ ...... از نظرش شود حاصل
ازاں کردند نام نغمہ اش را نغمۂ اصفر
بداں خاصیت اصفر کہ در وقت غنای او
بجنبد مہد از خود غیر تحریک کسی دیگر
کہ در بین زمستان است ہنگام غنای او
بہ گوش جان شنو از من کہ گردی تا بدان رہبر
درین گرداب بحر خون چو گشتی عزتا غواص
برآوردی برای نذر سلطان زمان گوہر

(۴) نغمۂ احمر کی غزل گوشوارہ

چو آید شمس سمت الراس جاناں
سرایی نغمۂ احمر خوش الحاں
کہ باشد ضرب چپ در رقص دل کش
نشستہ تو اصول فاختہ خواں
سہ ضرب متصل چپ راست پیہم
بزن در رقص ای سرو خراماں
سہ ضرب آمد اصول فاختہ را
بہ این تفصیل می سازیم بنیاں
دو ضرب متصل پیہم نشستہ
بزن در ضرب آخر فاصلہ داں
اصول او ست شاہنشہ پسندی
دگر شاخ گلی ہست فرحت جاں (کذا)
بود شاہانی و شیرین خصالی
بخوانی شوخ و شنگی را تو شاداں
چو آید شمس بر سر سرخ گردد
ز نظرش می شود یاقوت و مرجاں
بداں خاصیت احمر ای دلبر
می آرد ابر و باد و برق و باراں (کذا)
کہ ہنگام غنایش گر بدانی
شروع فصل تابستانست جاناں (کذا)
چو رنگ چہر نام نغمہ احمر
نہادند عزتا شہ کار آساں

(۴) نغمۂ زبرجد کی غزل گوشوارہ

بیا مطربا نغمہ را ساز کن
جہاں از زبرجد پُر آواز کن
کہ وقت عصر ہست ہنگام عیش
تو چہرہ بہ رقص اکنون آغاز کن
بدون توقف سہ ضربش بزن
گرہ از سر زلف خود باز کن
کہ ضرب ...... نشستہ بداں
سہ ضربش تو از فاصلہ ساز کن
نخست عشق آہنگی داں از اصول
پس آنگہ عروسی ہم آغاز کن
بہ عشاق ...... کشا ہر دو لب
چو ناہید از غمزہ ہا ناز کن
مغنی بخواں عشق افروزی را
در عشق انگیزی ہم باز کن
بہ وقت عصر سبز لون است مہر (کذا)
ز نظرش زمرد تو انداز کن (کذا)
زبرجد ازان نام او کردہ اند
چو مطرب جہاں محرم راز کن
زبرجد کند سبز اشجار خوش
ہمیں خاصیت زو تو انداز کن
کہ در بیں تا بستان فصل خریف
غنا را بہ ہنگامش آغاز کن

(۵) نغمۂ درد کی غزل گوشوارہ

نغمۂ درد غنایش تو بہ مغرب پندار
چرخ زن آمدہ در رقص بتان خونخوار
بنشست است تہم کار ہمہ محبوبان
بشنو تفصیل ز ما، ہست ترا این درکار
چرخ زن ضرب بود یک بہ جلای مطرب
تہم سہ ضرب بود لیک دو ضربش یک بار
تو پیا پی زنی سیوم بہ تامل قدری
صوت از دست تو زیں طرح ہمیشہ بر آر
ہم اصولش مہر افزای دگر ماہ نوی
مہر آہنگی سرایی ای مغنی ہر بار
مہر انگیزی دگر دان تو ای ناہید جبین
محفل افروزی دگر گو و نوا را بر آر
رنگ خورشید گلابی کہ بود ہم در شام
ہم گلابی بود آں لعل بدخشاں ہم وار
بین ز نظرش شدہ تاثیر ہمین در سنگ ہا (کذا)
نغمۂ درد کہ شد نام، ہمیں باعث دار
خود بہ خود شمع بہ محفل شود از وی روشن
تو ہمیں خاصیت درد بدان ای دلدار
فصل آخر شود از صیف شروع دربارش
آن زمان وقت غنایش شدہ بی شک پندار
یافت چون حکم شہنشہ شرف ……
عزتا صرف نمودی تو تفکر بسیار

(۶)نغمۂ عباسی کی غزل گوشوارہ

عباسی نغمۂ جانان در نصف شب ہمی خواں
ہنگام رقص خوش تر ضرب ...... می داں
می زن سخن نشستہ رخ ہم چو گل شگفتہ
بنما نسیم آسا دل ہا چو غنچہ خنداں
ضرب ...... دلبر دو ضرب منفصل زن
ضرب سخن چہار است سازیم با تو بنیاں
می زن دو ضرب اول ہم متصل و پیہم
دیگر دو ضرب آخر از ہم جداست جاناں
دان از اصول ہایش نقش گلی است اول
نقش جہانی دیگر ای مہر و ماہ تاباں
گویی تو نو رسی را ہم نقش عاشقی را
از من شنو ای دلبر، نقش دلی تو شاداں
آن وقت مہر انور نور صبوحی دادہ
از چشم جملہ عالم باشد اگرچہ پنہاں
نیلم درون معدن گیرد ز رنگ اُو رنگ
زان رُوست نام نغمہ عباسی کردہ اند داں
عباسی نغمہ را دان خاصیتش عجب تر
آب رواں شود سنگ حین غناش جاناں
ہنگام نغمہ اش داں در بین فصل بارش
تا اول زمستان ای رشک مہر تابان
از فیض شاہ دوران طبع تو مستفیض است
عزت بگو تو ہر دم اکنون ثنای سلطان

ٹیپو سلطان کے جشن دوصد سالہ (۱۷۹۹ء-۱۹۹۹ء) کی مناسبت سے مثنوی فتح نامہ ٹیپو سلطان (اضرابِ سلطانی) کا تصحیح شدہ متن مع تعلیقات ۱۹۹۹ء میں شایع ہوا۔[۵] ''مفرح القلوب'' بھی جنوبی ہند کے گراں بہا علمی سرمائے کا اہم نمونہ ہے۔ اٹھارویں صدی کے نصفِ آخر میں جنوبی ہند کی سیاسی، عسکری اور علمی و ادبی تاریخ پر کام کرنے والے محققین کے لیے اس کی اشاعت یقیناً ایک نعمت ہوگی۔

حواشی:

۱۔ میجر (ریٹائرڈ) میر ابراہیم (وفات ۲۰۰۵ء) کا تعلق جنوبی ہند سے تھا۔ تقسیمِ برصغیر سے کچھ عرصہ بعد پاکستان ہجرت کی اور فوج میں بھرتی ہوگئے۔ ۱۹۷۶ء میں میجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ عسکری خدمات کے صلے میں انھیں تمغۂ امتیاز (ملٹری) سے نوازا گیا۔ ٹیپو سلطان اور حیدر علی دونوں شخصیات سے گہرا عشق رکھتے تھے۔ کیولری گراؤنڈ، لاہور میں اقامت پذیر رہے اور اپنی گلی کا نام بھی 'ٹیپو سلطان لین' رکھا۔ حتیٰ کہ گھر کے باہر بھی 'ٹیپو ہاؤس' کی تختی لگی ہے۔ 'حیدر علی اینڈ ٹیپو سلطان ٹرسٹ' کے نام سے ایک ادارہ بھی بنایا۔ تقریباً ربع صدی سے زائد عرصے تک ٹیپو سلطان اور حیدر علی پر تالیفات کو جاری رکھا۔ آپ کی تالیف شدہ کتب میں مردِ مومن ٹیپو سلطان شہید، شیرِ اسلام سلطان فتح علی ٹیپو شہید، The Library of Tipu Sultan , The Sword of Haider Ali (The Lion of Mysore) شامل ہیں۔

۲۔ برِصغیر کی موسیقی پر گراں قدر تحقیقی کام کرنے والوں میں رشید ملک (۱۹۲۳ء-۲۰۰۷ء) ایک نمایاں نام ہے۔ زندگی کے آخری چند برس موصوف سے راقم کی کافی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کی تالیف کردہ کتب میں امیر خسرو کا علمِ موسیقی اور دیگر مقالات، راگ درپن کا تنقیدی جائزہ، برِصغیر میں موسیقی کے فارسی مآخذ اور مسائلِ موسیقی وغیرہ شامل ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں بعد از مرگ تمغۂ حسنِ کارکردگی بھی عطا کیا۔

۳۔ سر جان کین اوے (۱۷۵۸ء-۱۸۳۶ء) نے چودہ سال کی عمر میں انگلستان سے ترکِ سکونت کرکے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۷۸۰ء میں کپتان کے عہدے پر ترقی پائی۔ ڈپلومیسی، مختلف زبانوں میں مہارت اور صاحبانِ اختیار و اقتدار میں مؤثر لابنگ کے باعث جلد ہی نمایاں حیثیت حاصل کرلی اور ۱۷۸۶ء میں لارڈ کارنوالس کے ADC مقرر ہوگئے۔ نظام حیدرآباد کے دربار میں پہلے انگریز ریذیڈنٹ کا عہدہ پایا اور انہی خدمات کے صلے میں تاجِ برطانیہ کی طرف سے 'سر' کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۷۹۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر انگلستان واپس آگئے اور ہندوستان میں کمائی ہوئی دولت سے ایک وسیع جائیداد خریدلی۔ ۱۷۹۷ء میں شارلٹ امیاٹ سے شادی کی۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں کین اوے خاندان کے متعدد افراد سیاسی و سماجی اعتبار سے نمایاں حیثیت کے حامل رہے جن میں رکنِ دارالعوام اور پریوی کونسلر وغیرہ نمایاں ہیں۔

۴۔ بھارت سے تعلق رکھنے والے دو محققین نے ''مفرح القلوب'' پر کام کیا ہے جن میں سے ایک تو ڈاکٹر محمود حسین (لیکچرر فارسی، جامعہ میسور) اور دوسری ڈاکٹر آمنہ خاتون (لیکچرر، مہارانی کالج میسور) ہیں۔ راقم۔ میر محمود حسین نے اپنے مقالے بہ عنوان ''مفرح القلوب۔ سلطان ٹیپو کے دور کی ایک اہم تصنیف'' میں اس کتاب کے مندرجات کا تفصیلی ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور بہ طورِ مثال فارسی و دکھنی اشعار و اقتباسات بھی نقل کیے ہیں، تاہم موسیقی پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی۔ جب کہ ڈاکٹر آمنہ خاتون نے مہارانی کالج میسور کے علمی و ادبی مجلے میں ''مفرح القلوب'' کے اسٹیٹ لائبریری (حیدر آباد دکن) والے خطی نسخے سے ''صرف اردو کلام مکمل طور پر شایع کر دیا ہے۔'' حیرت انگیز طور پر اس مکمل اردو، کلام میں جو تیس (۳۰) غزلیات جنھیں ریختہ کہا گیا ہے، درجنوں فردیات و رباعیات اور قطعات (دہ بیتی) پر مشتمل ہے، ایک بھی شعر راقم کی دسترس میں موجود نسخہ میں درج اشعار سے مشترک نہیں۔

۵۔ فتح نامہ ٹیپو سلطان (اضرابِ سلطانی) کا یہ متن ڈاکٹر معین الدین عقیل کی مساعی سے لاہور سے شایع ہوا تھا۔ مقالہ ہذا کی خاطر ہندوستانی ماخذ کی فراہمی کے لئے راقم اُن کا ممنون ہے۔

فہرست اسنادِ محولہ:

۱۔ بنگلوری، محمود: س ن: تاریخ سلطنت خداداد میسور، لاہور۔

۲۔ شیرانی، مظہر محمود، ڈاکٹر: ۱۹۹۹ء: مقالات حافظ محمود شیرانی، لاہور۔

۳۔ عقیل، معین الدین، ڈاکٹر: ۱۹۹۹ء: فتح نامہِ ٹیپو سلطان (اضراب سلطانی)، لاہور۔

۴۔ میر ابراہیم، میجر (ریٹائرڈ): ۱۹۹۹ء: شیر اسلام سلطان فتح علی ٹیپو شہید، لاہور۔

۵۔ میر محمود حسین، ڈاکٹر: ۱۹۷۱ء: مقالات محمود، بنگلور۔

۶۔ ندوی، محمد الیاس: س ن: ''سیرت سلطان ٹیپو شہید''، لاہور۔

۷. Beale , Thomas William : No Date *An Oriental Biographical Dictionary*, Lahore.

۸ . Ethe Herman : 1903 *Catelogue of Persian Manuscripts in India Office Library*, London.

۹ . Mir Ibrahim, Major (Retd.) : 1995 *The Library of Tipu Sultan* , Lahore.

۱۰ . Nabi Hadi : 1995 *Dictionary of Indo-Persian Literature*, Delhi.